ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اہل کتاب عورت سے شادی: اسلامی روایات اور اور فقہاء کے اقوال کے روشنی میں تطبیقی جائزہ

Marriage with Women of the People of the Book: A Comparative Analysis in Light of Islamic Narratives and Jurists' Opinions

☆محمد خبیب

ایم ایس، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، شیخ زاید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور

☆☆محمد طیب

ایم ایس، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی، شیخ زاید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور

☆☆☆حارث اللہ

لیکچرار (ایچ اوڈی)، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ ریسرچ، دی یونیورسٹی آف ایگریکلچر، ڈیرہ اسماعیل خان، خیبر پختونخوا

Abstract

This study delves into the intricate subject of marriage with women of the People of the Book, exploring it through the lenses of Islamic narratives and the opinions of jurists. The term "People of the Book" refers to individuals who adhere to divine scriptures, namely Jews and Christians, recognized by Islam. The Quranic and Hadith perspectives on such unions are examined, shedding light on the nuanced guidance provided by Islamic teachings. The Quran, as the primary source of guidance in Islam, addresses the issue of interfaith marriages in Surah Al-Ma'idah. Analyzing these verses, the study elucidates the permissible nature of marriage with chaste women from the People of the Book, emphasizing the shared values and monotheistic beliefs. The Hadith literature supplements this understanding, offering insights into the Prophet Muhammad's practices and recommendations regarding such unions. The study then navigates through the diverse opinions of Islamic jurists on this matter. It delves into the variations in interpretations, legal rulings, and conditions set forth by different schools of thought. By comparing and contrasting these perspectives, the research aims to provide a comprehensive view of the scholarly discourse surrounding interfaith marriages. Moreover, the study considers the contemporary relevance of these discussions. In a world characterized by increased intercultural interactions, understanding the Islamic stance on marrying women of the People of the Book becomes crucial. The research explores the adaptability of Islamic principles to modern contexts, acknowledging the importance of maintaining religious harmony within the bounds of Islamic ethics. In conclusion, this study offers a nuanced and comprehensive analysis of marriage with women of the People of the Book. By synthesizing Quranic verses, Hadith traditions, and juristic opinions, it aims to provide valuable insights for individuals navigating the complexities of interfaith relationships within the framework of Islamic teachings. The research contributes to fostering a deeper understanding of the Islamic perspective on this important aspect of marital relations.

Keyword: Interfaith Marriages in Islam, People of the Book, Quranic Guidance, Hadith Perspectives, Jurists' Opinions.

تعارف

اس تحقیقی مقالے میں ہم اہل کتاب کی خواتین کے ساتھ شادی کے موضوع پر گہرائی سے غور کریں گے، جسے اسلامی روایات اور فقہاء کے رائے کا موضوع بنایا جائے گا۔ "اہل کتاب" کا مطلب ہے وہ لوگ جو الہی کتب، یعنی یہود اور عیسائیوں کی مانند، سے منسلک ہیں، جو اسلام کی طرف سے تسلیم کی جاتی ہیں۔ اس تحقیقاتی دورہ میں اسلامی تعلیمات کے زاویہ سے اس موضوع پر قرآنی اور حدیثی نظریہ کا جائزہ لیا جائے گا۔ اسلام میں ہدایت کے اصل راستے کا پہلا منبع قرآن ہے، جو سورۃ المائدہ میں مختلف مذہبوں کی خواتین سے شادی کے مسائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ ورسز کا تجزیہ کرتے ہوئے، تحقیقاتی مقالہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اہل کتاب کی پاک خواتین سے شادی کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اجازت دینا، مشترکہ اقدار اور توحیدی عقائد کو مد نظر رکھتا ہے۔ حدیثی دائرہ ورد اس فہم کو مزید روشن کرتا ہے، جو نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی رہنمائیوں اور ان کی اسلامی تربیتوں کو دیکھتا ہے۔ تحقیقات پھر مختلف فقہاء کے اس معاملے پر مختلف رآے کا جائزہ لیتی ہے۔ یہ مختلف فقہی مدارس کے تفسیرات، قانونی فیصلے، اور مختلف شرائط پر غور کرتی ہے۔ یہ تفصیلات کا موازنہ اور موازنہ کرنا، تحقیق کو مختلف فقہی رائے کی پیچیدگیوں کا جاملہ فراہم کرنے کا مقصد ہے۔ اس کے علاوہ، تحقیقات معاصر موضوعات پر بھی غور کرتی ہیں۔ ایک دنیا جو تشویشناک میں اضافہ ہو رہا ہے، اسلامی تعلیمات میں اہل کتاب کی خواتین سے شادی کے حوالے سے فہم حاصل کرنا لازمی ہے۔ تحقیقات معاصر سیاق وسباق کو مد نظر رکھتی ہیں، جہاں مختلف ثقافتی تعاملات کی بڑھتی ہوئی شدت کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ تحقیق معاصر مواقع کی اسلامی اصولوں کو معاصر سیاق وسباق میں ترتیب دینے کے لئے اسلامی اصولوں کی قدر کو دیکھتی ہے۔ اختتاماً، یہ تحقیق ہم اہل کتاب کی خواتین سے شادی کے معاملے پر ایک مختصر اور کامل تجزیہ فراہم کرنے کا مقصد رکھتی ہے۔ قرآنی آیات، حدیثی روایات، اور فقہی رائے کا موازنہ کرکے، یہ امید ہے کہ یہ تحقیق ان افراد کے لئے قیمتی دلائل فراہم کرے گی جو اسلامی تعلیمات کے ریاستوں کے اندر چھپے مسائل سے گزر رہے ہیں۔ یہ تحقیق اسلامی تعلیمات کے اہم ومفید پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کا مقصد رکھتی ہے۔

اہل کتاب کا مفہوم لغوی اور اصطلاحی، شرعی تعریف

The meaning of the people of the Book (Christians and Jews) is literal and terminological ، Shariah meaning of Ahlul Kitab

"ذهب جمهور الفقهاء إلى أن (أهل الكتاب)هم اليهود والنصارى بفرقهم المختلفة، الحنفية فقالو:اهل الكتاب هم: كل من يؤمن بنبي ويقر بكتاب، ويشمل اليهود والنصارى،ومن آمن بزبور داود، وصحف ابراهيم وشيث،وذلك لأنهم يعتدقون دينا سماويا منزلا بكتاب"[1]

جمہور فقہاءؒ کے نزدیک اہل کتاب کا اطلاق یہود اور نصاری پر ہوتا ہے پھر انکی مختلف فرق ہے، اور احنافؒ کے نزدیک اہل کتاب کہاجاتا ہے ہر اس شخص پر جو ایمان لاتا ہو نبی پر اور اپنے کتاب پر، اور یہ تعریف شامل ہے یہود اور نصاری کو اور جو ایمان لاتا ہے داود علیہ السلام کے کتاب پر اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ پر اور شیث علیہ السلام کے صحیفہ پر، اور اس لیئے کہ یہ سب عقیدہ رکھتے ہے دین سماوی کا جو نازل کیا گیا ہے کتاب کے صورت میں۔

مسلمان کا کافر لڑکی (اہل کتاب) سے نکاح کا حکم

Order of a Muslim to marry an infidel girl

کسی غیر مسلم مرد سے خواہ وہ کسی بھی مذہب کی ماننے والا ہو مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا اس لیے جب تک مذکورہ عورت اس غیر مسلم مرد کے ساتھ رہے گی مسلسل گناہ کبیرہ کی مرتکب ہو گی اسی عورت کو سمجھا کر غیر مسلم مرد سے علیحدہ کیا جائے اگر عورت نے اپنا مذہب ترک نہیں کیا بلکہ خواہشات نفسانی کی بنا پر غیر مسلم کے ساتھ چلی گئی اسی صورت میں مذکورہ عورت اسلام سے خارج نہیں البتہ سخت جرم اور گناہ کی مرتکب ہے۔ جرائم کی بنا پر سزا کا نفاذ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اس کی عزیز واقارب کو چاہیے کہ مذکورہ عورت کو اس جرم کی شناخت وقباہت بتلا کر اور سمجھا کر دونوں میں فوراجدائی کروادی جائے۔ البتہ اگر کسی مسلمان خاتون نے مذکورہ پرانے حکم کا انکار کر دی اور اس سے حلال سمجھتے ہوئے ایسا کبیرہ وہ دار اسلام سے خارج ہو جائے گی جس کی وجہ سے صحیح دل سے توبہ کرتے ہوئے تجدید ایمان کرنا لازم ہو گا۔

---

[1]۔ صادر عن: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية – الكويت، الكتاب: الموسوعة الفقهية الكويتية،حرف الألف،أهل الكتاب،عدد الأجزاء: 45 جزءا،الطبعة: (من 1404 - 1427 هـ)ج7/ص140۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

بدائع الصنائع میں ہے:

"ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر؛ لقوله تعالى: {ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا} [البقرة: 221] ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر؛ لأن الزوج يدعوها إلى دينه، والنساء في العادات يتبعن الرجال فيما يؤثرون من الأفعال ويقلدونهم في الدين إليه وقعت الإشارة في آخر الآية بقوله عز وجل: {أولئك يدعون إلى النار} [البقرة: 221] لأنهم يدعون المؤمنات إلى الكفر، والدعاء إلى الكفر دعاء إلى النار؛ لأن الكفر يوجب النار، فكان نكاح الكافر المسلمة سببا داعيا إلى الحرام فكان حراما، والنص وإن ورد في المشركين لكن العلة، وهي الدعاء إلى النار يعم الكفرة، أجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة فلا يجوز إنكاح المسلمة الكتابي كما لا يجوز إنكاحها الوثني والمجوسي؛ لأن الشرع قطع ولاية الكافرين عن المؤمنين بقوله تعالى: {ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا} [النساء: 141] فلو جاز إنكاح الكافر المؤمنة لثبت له عليها سبيل، وهذا لا يجوز"[2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں لیکن وہ ہماری عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد ابن جریر رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف موجود ہے لیکن امت کے اجماع کی وجہ سے اس کو درست تسلیم کیا جائے گا۔

اس بحث کے بعد ڈاکٹر شکیل اوج کے موقف سے متعرض کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر اوج نے اس مسئلہ کے بیان کرنے سے پہلے ایک تمہید ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قران کریم نے مشرکین سے دوطرفہ نکاح کی ممانعت کی ہے اور اہل کتاب سے ایک طرف نکاح کی۔ ڈاکٹر اوج کے مطابق مشرکین سے مراد قرانی اصطلاح کے مطابق صرف عہد نبوی کی مشرکین مراد ہے اور یہ ممانعت انہی کے ساتھ خاص ہے اہل کتاب سے نکاح کے معاملے میں یک طرف جواز کو بیان کیا گیا ہے اور جانب ثانی مسلمانوں عورت کی کتابی مرد سے نکاح کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ مسئلہ مجتہد فیہ بن گیا۔

اور حالات اور ضرورت کے تحت کسی بھی صورت کو اختیار کیا جاسکتا ہے کا خاص اطلاق یہود ونصاری پر ہے لیکن تحقیق کے بعد دنیا بیشتر اقوام کو اہل کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔[3] قران کریم کی منصوص اصطلاحات مشرکین اور اہل کتاب کے اطلاق میں یہ تخصیص ہو تا تصحیح بظاہر درست نہیں ہے مشرکین سے اگر قرآن کی مراد اس وقت کی مشرکین ہے تو اہل کتاب سے بھی مراد یہود ونصاری ہی ہے اور اس دائرے بھلا کر دنیا کی بستر اقوام کو اس کے تحت داخل کرنا تکلف محض ہے لفظ مشرک کو اصطلاح پر باقی رکھا اور لفظ اہل کتاب کو لغوی پہلو سے عام کرنا دعوی بلا دلیل ہے۔

قران کریم نے جن 31 مقامات پر اہل کتاب کا لفظ اور 16 مقامات پر اوتوا الکتاب کے الفاظ استعمال کی ہے جیسا کہ ڈاکٹر اوج بھی ذکر کرتے ہیں ان کا سیاق وسباق وضع طور پر بتایا ہے کہ مراد یہود ونصاری ہے اور ان سے کسی اور قوم کو مراد نہیں لیا جاسکتا جس کی طرف اللہ نے کتاب نازل کی ہو اگر کتاب کے لفظ کے عمومیت سے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں 213 ایت کا حوالہ دیا گیا ہے دیگر اقوام بھی مراد لی جائے اور تحقیق کے بعد ان کو اہل کتاب قرار دیا جاسکتا ہے تو لفظ مشرک اور اس کی مشقت کو سامنے رکھ کر یہ دعوی کرنا کیوں درست نہیں کہ شرک جہاں بھی پایا جائے وہاں مشرک کے لفظ کا اطلاق درست ہے اخر مجوسی، صابی، ستارہ پرست اس عموم میں کیوں نہیں جاسکتے۔

---

[2]۔ علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ)الكتاب: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كتاب النكاح،فصل اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة،الناشر: دار الكتب العلمية،الطبعة: الثانية، 1406هـ - 1986م،ج2/ص271۔

[3]۔ جاوید احمد غامدی، البیان، لاہور، المورد، ط2010، ج1 / ص900۔

ڈاکٹر اوج کا پہلا اطلاق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مکمل طور پر غلط ہے بلکہ اس کی حیثیت ایسے ہی جیسے ہمارے عرف میں علماء کا اطلاع ایک خاص طبقے پر ہوتا ہے لیکن اس سے کسی دوسرے سے علم کی نفی نہیں ہوتی لیکن اسی اسلوب کی گنجائش دوسری جگہ پر اختیار کرنا بھی تو ممکن ہے اور مشرکین کے اطلاق اور اس کے علاوہ مشرک کی وجود دوسری جگہ بھی تسلیم کیا جاسکتا ہے۔[4]

علامہ رشید رضا کا کہنا ہے کہ قران کی دونوں اصطلاحوں مشرکین اور اہل کتاب میں اس اجتہاد کی گنجائش موجود ہے کہ ان کو اپنے خاص اطلاق سے ہٹ کر بھی استعمال کیا جائے۔[5] چنانچہ سلف میں بعض افراد سے یہ بات مروی ہے کہ انہوں نے مشرکین سے نکاح کی ممانعت میں حکم کا مدار مخصوص اصطلاح پر نہیں رکھا بلکہ اس علت پر رکھا جس وجہ سے جو حکم دیا گیا اور وہ علت شرک ہے۔پہلے ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ بات گزری ہے وہ صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ وہ مشرکین نکاح کی نہی میں یہود ونصاری کو بھی داخل سمجھتے تھے اور ان کی دلیل یہ تھی کہ جب یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاری حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں تو پھر اس مشرک سے بدترین شرک اور کونسا ہوسکتا ہے جس کے بعد ان سے مناکحت کے معاملات جائز ہوں۔

جن مفسرین نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اپنے نزول کے وقت تمام غیر مسلموں خواہ وہ کتابی ہو یا غیر کتابی کو شامل تھی لیکن یہ آیت سورہ مائدہ کی آیت سے جزوی طور پر منسوخ ہے تاہم یہ مذہب کمزور ہے اور جمہور کا موقف یہی ہے کہ یہ نکاح جائز ہے۔

علامہ عبداللہ یوسف علی کہتے ہیں:

> A Muslim woman may not marry a non-Muslim, because her Muslim status would be affected: the wife ordinarily takes the nationality and status given by her husband's law. A non-Muslim woman marrying a Muslim husband would be expected eventually to accept Islam[6] .
>
> "ایک مسلمان عورت ایک غیر مسلم مرد سے شادی نہیں کر سکتی، کیوں اس سے اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت متاثر ہو گی۔ بیوی عام طور پر خاوند کے قانون کی طرف سے دی گئی قومیت اور حیثیت کو اختیار کرتی ہے۔اس کے برعکس ایک مسلمان سے شادی کرنے والی غیر مسلم عورت آخر کار اسلام قبول کرلے گی۔"

البتہ ایسا کرنا جیسا کہ گزرا ضرورت کے تحت ہی ہے اور شریعت کی نظر میں زیادہ پسندیدہ عمل نہیں ہے۔یہاں پر ایک سوال کیا جاسکتا ہے کہ ایا کتابیہ مسلم خاندان میں جذب کی جاسکتی ہے تو کیا وجہ کہ کسی باعمل کتابی کو جذب نہیں کیا جاسکتا۔باکردار کتابی مردوں کو مسلم معاشرہ میں جذب نہ کرنا غیر مساویانہ طرز عمل اختیار کرنا ہے یا ایک ہی طرح کے مقدمہ میں دوطرح کے فیصلے کرنا ہے یہ سوال ڈاکٹر اوج کی طرف سے ہے۔لیکن ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے عالمگیریت کے تناظر میں درست سہی لیکن معذرت خواہی کا انداز نظر اتا ہے۔[7] پہلے یہ بات گزری کہ غلبہ اسلام کے عہد میں اہل کتاب سے قرب وموانعت کے پیش نظر ان سے معاملہ مناکحت کی جس حد تک گنجائش تھی وہ دے دی گئی۔

اور اگر اس عہد مسعودی میں جانب ثانی کی کوئی گنجائش ہوتی تو اس کو ضرور ذکر کیا جاتا اور عملا اس کا کوئی نمونہ سامنے آتا لیکن ظاہر ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔[8]

---

[4]۔ ابن عاشور، مرجع سابق، ج2/ص343۔

[5]۔ رشید رضا، تفسیر الحدیث، ناشر: العامۃ مصریۃ للکتب، قاہرہ، ج4/ص157۔

[6]۔ Abdullah yusuf, The Holy Quran Translation and Commentary (islambad Dawah Academy 2004)p 280.

[7]۔ وہبہ زحیلی، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، دمشق دار الفکر المعاصر، ط1418ھ، ج2/ص292۔

[8]۔ ابن ابی شیبہ، المصنف فی الاحادیث والارشاد، کتاب النکاح، من کان یکرہ النکاح فی اہل الکتاب، رقم الحدیث 14143۔

تیسرا فریضہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ اہل کتاب کی محصنات سے پہلے مومن محصنات کا ذکر ہے اور مومن مردوں کا ذکر نہیں لیکن وہ دو طرفہ صورت جائز ہے۔

یہ قرینہ تقریباً پہلے قرینہ کی مانند ہی ہے اور اس پر گفتگو سے اس کی جواب واضح ہے کہ یہاں مقام تشریعہ کا ہے اور اگر شارع کے پیش نظر یہ بات ہوتی تو اسے ضرور واضح کر دیا جاتا۔ پیش کیا گیا کہ قرآن میں غیر شادی شدہ مسلمان عورتوں کو کہیں بھی مسلمان مردوں سے شادی کا حکم نہیں دیا گیا جو کہ ان کے ہم مذہب ہے تو ان کو غیر مسلم مردوں سے نکاح کا کیسے حکم دیا جاتا اور اس عدم ذکر سے یہ لازم آیا کہ اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورت نکاح نہیں کر سکتے۔[9]

یہ دلیل تقریباً اسی طرح ہے مثلاً جو لوگ جب کسی چیز کو جائز سمجھتے ہوں اور دلیل میں اس بات کو لے ائے ہو کہ جناب اس کے بارے میں قرآن و سنت میں نہی وارد نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے اگر اس سے نہی نہیں ہے تو اس کا ناجائز ہونا پھر کہاں سے ثابت ہوتا ہے۔ قران کریم نے جب مشرکین سے نکاح کے معاملے میں دو طرفہ حکم دیا ہے تو وہاں ظاہر ہے خطاب مسلمان مرد اور عورت دونوں کو ہے یہ خود یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اہل ایمان کو کا آپس میں نکاح جائز ہے مسلمان مرد کا مسلمان عورت سے اور بر عکس بھی جائز ہے۔ لیکن جب اہل کتاب کا معاملہ آتا ہے تو وہاں صرف ایک طرف صورت ہی بیان کی جاتی ہے یہاں آخر شارع کو کیا امر مانع تھا کہ اس نے دوسری طرف کو بیان نہیں کیا اگر یہ صورت جائز ہوتی تو ضرور اس کو ذکر کر دیا جاتا۔

ڈاکٹر شکیل اوج کے بحث کو عرض کرنے کا مقصد:

شروع میں یہ ذکر کیا گیا کہ بعض جگہوں پر یہ صورتحال پیش آ رہی ہے کہ مسلمان عورت کے غیر مسلم کو ترجیح دے رہی ہے اس لیے اہل علم کو یہ سوچنے کی ضرورت بڑھ رہی ہے اس سلسلہ میں درست تو یہ تھا کہ ایمان و عمل سے دور بدنصیب مسلمانوں کو یہ تنبیہ کی جاتی اور ان کے والدین کو یہ احساس دلایا جاتا کہ انہی اولاد کو احسن طریقے سے سمجھانے کو کوشش کریں جس طرح جس کی وجہ سے یہ مسائل پیدا نہ ہو۔ لیکن اللہ معاف کرے یہ ساری بدقسمتی ہماری یہ نام نہاد مسلمانوں کی بدعملی اور گمراہی اور اس کے ساتھ ساتھ مغرب تہذیب و تمدن کے ارتقا کا نتیجہ ہے۔ خاندان کا ادارہ شاید وہ واحد ادارہ ہے جس میں مشرق اور مغرب کے درمیان ابھی کچھ امتیاز باقی ہے اور یہاں پر عفت و تقدس کا کافی گہرا نقش آج بھی زندگیوں میں موجود ہے اگر اس کو بھی قانون انجذاب کے تحت عالم مغرب کی زندگیوں تابع کر دیا جائے تو پھر شاید ہماری تہذیب شناخت کے لیے کسی بدتر زہر سے کم نہیں ہو گا۔ جیسے کہ مغل شہنشاہوں نے یہی طرز عمل اختیار کیا تو خاندان کے ادارے میں وہ تمام مفاسد در آئے جو ہندوں تہذیب کا امتیاز تھے۔ اور آج بھی جو لوگ قوموں اور مذہبوں کی امتیازی نشانات کو ختم کرنے کے درپہ ہے وہ اس کا سب سے زیادہ کارگر نسخہ آپس کی شادیوں ہی کو سمجھتے ہیں اس وجہ سے ایک مسلمان کو اس معاملہ معالے میں بے پرواہ اور سمل انگار نہیں ہونا چاہیے۔[10]

آج سے چودہ سو سال پہلے تو شاید ممکن تھا کہ اس ماحول میں کوئی محض ملا جائے اور اس سے بھی یک طرفہ اجازت نکاح دی جائے لیکن آج کی جس منظرنامے میں یہ بحث چیڑی گئی اس میں اہل کتاب (جس کے دائرے میں ڈاکٹر شکیل اوج کی اجتہاد کے رو سے روئے زمین کے تمام غیر مسلموں کو تحقیق کے بعد داخل کیا جا سکتا ہے) میں صفت احصان کو تلاش کرنا شاید ایک ناممکن کام ہو گا۔ جہاں جنسی آزادی کو ایک فلسفہ حیات اور انسانی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے اور اس کی برا ہونے کو سرے سے برا سمجھا ہی نہیں جا رہا۔ وہاں سے محصنین کو تلاش کر کے مسلمان عورتیں ان کے حوالے کرنے کا نقطہ نظر بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا اس طرح کا کوئی جواز اسلامی شریعت میں ہوتا تو خیر القرون کا عہد اس صورت میں حال کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔

پھر آج یہود و نصاریٰ میں کثیر تعداد ان لوگوں کی ہے جو سرے سے خدا کے وجود کے قائل نہیں مسلمان مرد کو اس عہد میں تثلیث کے پرستاروں سے یک طرفہ نکاح کی اجازت اس لیے دی گئی تھی کہ کم از کم بدترین شرک کی امیزش کے باوجود یہ بہر حال وہ لوگ خدا کے قائل ضرور تھے اور مسلمانوں اور ان میں وحدت کی بعض بنیادی

---

[9]۔ محمد بن یوسف موافق مالکی، التاج والاکلیل لمختصر الخلیل، دار الکتب بیروت، ج 5/ ص 133۔

[10]۔ عمادالدین ابن کثیر، تفسیر القرآن، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط 1419ھ، ج 1/ ص 437۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

مشترک تھی لیکن آج یہ صورت حال بدل ہو چکی ہے۔ اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شرک ایک شاکلا تھا آج یہود و نصاری کی زندگیوں میں الحاد ایک شاکلے کی حثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ آج کی اکثر اہل کتاب سے اس تعامل کرتے ہیں جو اس عہد کے اہل کتاب کے ساتھ روا تھا بلکہ ان کو تو سرے سے انہیں اہل کتاب کہنے ہی سے انکار ہے یہ یاد رہے کہ ہمارے زمانے کی نصاری عموما برائے نام نصاری ہے ان میں سے یہ کثرت وہ ہے جو نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہے نہ مذہب کی خدا کے ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہذا ان کی ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہو گا۔[11]

مولانا تقی عثمانی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات فرمائی ہے اصل وجہ وہی ہے کہ اس قسم کے نکاح کی حلت و حرمت کا مدار کسی کی یہود دیا نصرانی ہونے کی بنیاد نہیں بلکہ صیانت دین و ایمان کی علت پر ہے۔[12] آج کے اہل کتاب میں تو کسی مسلمان کو شاید ہی ایسی محصن عورت مل سکے اور برعکس صورتحال میں بھی اس طرح ہے۔ اس لیے کہ کسی مسلمان مرد کا بھی اس طرح کا منصوص نکاح حرام لغیرہ ہو گا کہ جائے کہ مسلمان عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا جائے جس کی اجازت قرآن فحوائے کلام سے باسانی مستنبت نہیں کی جاسکتی۔ قرآن کے دیگر بیانات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ مناکحت کے تعلق کو اصلا اہل ایمان ہی کے مابین پسند کرتا ہے چنانچہ سورت مائدہ کی زیر بحث آیت میں اصولی طور پر "المحصنات من المومنات" کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لیے ان کے علت پہلے سے واضح تھی تاہم قرآن نے اس کو یہاں دہرایا ہے اور اس کے بعد المحصنات اہل کتاب کا ذکر کیا ہے تاکہ نکاح کے معاملے میں شارع کی ترجیحات واضح رہے۔

سورۃ نساء میں لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی اجازت میں "فتیاتکم المومنات" کی قید بھی اس ترجیح کو واضح کرتی ہے کہ مزید برآں شریعت کی عمومی مقاصد اور پیش نظر مصالح بھی اس رجحان کی کرتے ہے رشتہ نکاح میں عورت کا مرد کے تابع ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کا مجموعی مزاج اس کو ناپسند ہی کرے گا کہ ایک مسلمان عورت کسی غیر مسلم مرد کے فراش پر ہو فی نفسہ ایک ناگوار امر ہونے کے ساتھ ساتھ اگر عورت اور اس کی اولاد کے شوہر کے دین اور کافرانہ ماحول سے متاثر ہونے کا خطرہ بھی ہو تو ظاہر ہے کہ اس رشتے کی قباحتیں شریعت کی نظر میں مزید بڑھ جاتی ہے۔

مذکورہ ساری بحث کی تناظر میں راقم کا رائے یہ ہے کہ اہل کتاب کے مردوں اور مسلمان عورتوں کے مابین نکاح کو عمومی اباحت کے طور پر پیش کرنا اور خاص طور پر یہود و نصاری کے علاوہ دوسری غیر مسلم گروہوں کو بھی اہل کتاب میں شمار کرتے ہوئے باہمی مناکحت کے رجحان کے حوصلہ افزائی کرنا شریعت کے مزاج اور ترجیحات کی درست ترجیح ترجمانی نہیں ہے۔

البتہ ایک خاص صورت میں عملی مصالح کے تناظر میں اہل کتاب مرد اور مسلمان عورت کے نکاح کو گوارہ کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جب میاں بچوں میں سے صرف عورت مسلمان ہو جائے اور بچوں سے علیحدگی اختیار کرنا بوجوہ مشکل ہو جائے۔ یہ صورت اس وقت یورپ میں کثرت سے پیش آرہی ہے اور عام عالم اسلام کے بعض جید اہل علم نے اس پر اجتہادی زاویہ نظر اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ (یوربی مجلس افتاء کا رجحان بھی اس حوالے سے تیسیر کی طرف ہے جبکہ ڈاکٹر نے نجات اللہ صدیقی صاحب نے مقاصد شریعہ میں اس کی تائید کی ہے)۔ نصوص کے فہم کا ایک بے حد اہم پہلو یہ ہوتا ہے کہ اس دائرہ اطلاق کو متعین کیا جائے جس میں نص قطعی طور پر موثر اور جس سے باہر ایک مجتہد اپنی مجتہدانہ بصیرت کو بروئے کار لانے کے لیے پوری طرح آزاد ہے۔ اس فہم میں ظاہر ہے کہ اختلاف بھی واقع ہو سکتا ہے مثال کے طور پر قرآن مجید کی روسے ایک مسلمان خاتون کو کسی غیر مسلم مرد سے نکاح قائم کرنے کی حد تک تو بالکل واضح ہے لیکن میاں بھی اگر پہلے سے غیر مسلم ہو اور بیوی اسلام قبول کرلے تو کیا ان کے مابین تفریق بھی لازم ہو گی۔ یہاں پر حکم کو شامل ہونا قطعی نہیں عقلی اعتبار سے حالت اسلام میں کسی غیر مسلم شوہر کا ارادی انتخاب کرنے اور پہلے سے چلے آنے والے رشتہ نکاح کو نبھانے میں ایک نوعیت کا فرق پایا جاتا ہے۔ اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس صورت میں تفریق کو ضروری نہیں سمجھتے تھے چنانچہ بعض مقدمات میں انہوں نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دی۔

---

[11]۔ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، مجمع الملک فہد،

[12]۔ محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ناشر: مکتبہ معارف، کراچی، ط2010، ص239۔

یقیناً اس فیصلے میں انہوں نے بیوی کو درپیش عملی مسائل ومشکلات کا لحاظ رکھا ہوگا اور آج کے دور میں بالخصوص غیر مسلم ممالک میں پیش آنے والے اس طرح کے واقعات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد راہنمائی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

خلاصہ بحث